رئیس احمد جعفری

تاثرات

بنگالی زبان بھی اردو کی طرح پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان ہے۔ حب وطن اور جذبۂ ملی کا تقاضا یہ ہے کہ اس فیصلہ کو بغیر کسی ردوکد کے قبول کر لیا جائے، نہ اس پر احتجاج کی ضرورت ہے نہ اعتراض کی۔ صدر مملکت جس طرح اردو زبان کے فروغ وارتقاء سے دلچسپی لے رہے ہیں، اسی طرح بنگالی زبان بھی ان کی نگاہ التفات کی سپاس گزار ہے۔

لیکن ایک بات جس پر صدر مملکت اور ہر بنگالی جاننے والے کو غور کرنا چاہیے یہ ہے کہ بنگلہ ادب کو اسلامی ادب سے مالا مال کر دیا جائے۔ اور وہ بھی پوری سرعت رفتار کے ساتھ کم سے کم وقت میں، یہ کام جس قدر جلد انجام پا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔

بدقسمتی سے بنگلہ زبان پر، ہندوؤں کا اثر غالب رہا اس لیے کہ وہ تعلیم یافتہ تھے اور مسلمان کم خواندہ۔ ان کے پاس دولت تھی اس لیے پریس اخبارات، رسائل اور دارالاشاعت کے وہ مالک تھے۔ جیسا اور جس قسم کا ادب چاہتے تھے بازار میں لاتے تھے۔ اور مسلمان اپنے وسائل و ذرائع کی کمی کے باعث اسے قبول کر لیتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس نہ پریس تھے نہ اخبارات و رسائل، نہ پبلشنگ ہاؤس۔ ان کے افکار و خیالات کتنے ہی عمیق ہوں، ان میں کتنی ہی بلندی اور کشش ہو مگر بنگلہ کے بازار ادب میں ان کی مانگ نہیں تھی۔ مسلمانوں کی اس کمزوری اور مجبوری سے ہندوؤں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے رفتہ رفتہ بنگلہ زبان کو خالص ہندو زبان بنا دیا۔ اس کے افسانے، اس کے ناول، اس کا ادب، اس کے اساطیر اس کی دیومالا کی کہانیاں، اس کا نیم تاریخی لٹریچر کسی چیز کا بھی مطالعہ کر جائیے، قدم قدم پر یہ

تلخ اور سنگین حقیقت محسوس کرنے پر آپ اپنے تئیں مجبور پائیں گے۔

کوئی شبہ نہیں با حوصلہ بنگالی ادیب اور شاعر بھی نظر آئیں گے، جنھوں نے بنگلہ زبان کو اسلامی مصطلحات اور آدابِ اقدار سے روشناس کرنے کی زوردار اور زبردست کوشش کی لیکن وسائل کی کمی، حالات کی نامساعدت، اور برادرانِ وطن کے غلبہ و تسلط کے باعث وہ کامیاب نہ ہو سکے اور حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ ان کا کامیاب ہونا مشکل تھا۔ وہ بنگال میں ۵۶ فی صد تھے، لیکن کارپوریشن کا میئر، گورنر کی اگزیکیٹو کونسل کا ممبر، یونیورسٹی کا چانسلر، میڈیکل کالج کا پرنسپل، اور بلند مرتبت سرکاری مناصب پر فائز ہونے والا مسلمان شاید ہی کبھی نظر آیا ہو۔ اس کے برعکس یو پی میں مسلمان ۱۴ فی صد تھے، لیکن پولیس میں، فوج میں، صوبائی اسمبلی میں، گورنر کی اگزیکیٹو کونسل میں، اور اعلیٰ سرکاری عہدوں میں اپنے تناسبِ آبادی سے کہیں زیادہ اسامیاں انھیں حاصل تھیں۔ پھر اس پر تعجب کیوں کیجیے کہ اردو زبان مشترک قومی زبان ہونے کے باوجود بڑی حد تک اسلامی مصطلحات اور آداب و اقدار کا گنجینہ بن گئی اور بنگالی کو یہ بات حاصل نہ ہو سکی۔

لیکن اب بنگلہ زبان مسلمانوں کی ہے۔ اب اس پر غلبہ اور تسلط مسلمانوں کا ہے۔ اب اس کے پریس اور جرائد و صحائف مسلمانوں کے ہیں۔ لہذا بنگلہ زبان کو خالص اسلامی مزاج سے روشناس اور ہم آہنگ کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آسکتی۔ کم ازکم اردو زبان کے اسلامی ادب کو بغیر کسی تاخیر کے بنگلہ میں منتقل کرنے کا کام شروع کر دینا چاہیے۔

اگر بنگلہ زبان میں علامہ شبلی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا اشرف علی تھانوی، علمائے دار المصنفین کی کتابیں اور اسی طرح کی دوسری مطبوعات منتقل ہو جائیں تو مشرقی پاکستان کے عوام کو ایک بہت بڑی نعمت مل جائے گی۔ وہ اسلامی اصول، اقدار اور حقائق کو اور زیادہ خوبی کے ساتھ محسوس کرنے لگیں گے۔ پھر مشرقی پاکستان کا بنگلہ ادب، مغربی بنگال کے بنگلہ ادب سے ایک بالکل الگ، جداگانہ اور ممتاز چیز بن جائے گا پھر وہاں مغربی بنگال کے وہ مطبوعات

اور جرائد و صحائف بے وقعت ہو جائیں گے جو آج کل ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں۔ اور ان مطبوعات اور جرائد و صحائف کا چلن بڑھ جائے گا جو خالص اسلامی روح کے آئینہ دار ہوں گے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یقیناً وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب خود مشرقی پاکستان کے ادیب اور دانشور بنگلہ زبان کے لیے عربی رسم الخط کو قبول کر لیں گے۔ اگر رومن رسم الخط سارے یورپ کا مشترک رسم الخط بن سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی رسم الخط سارے پاکستان کا مشترک رسم الخط نہ بن سکے۔ یورپ کے ممالک ایک دوسرے کے حریف ہیں، بعض بعض کے دشمن ہیں، کئی کئی کے خلاف صف آرا ہو چکے ہیں اور خون کی ندیاں بہا چکے ہیں، لیکن پاکستان کے یہ دونوں بازو تو ایک ہی جسم کے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہمدرد، ساتھی، رفیق اور دمساز۔

اب کہ صوبائی مجلس آئین ساز قائم ہو چکی ہے۔ اور عوام کے نمائندے عوام کی ترجمانی اور حقوق کی حفاظت کے لیے موجود ہیں، مرکز ہر جائز مطالبہ ماننے اور ہر اچھے کام میں تعاون پر آمادہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ کام جلد از جلد نہ شروع کر دیا جائے۔ اس کے نتائج اتنے دوررس ہوں گے کہ اس وقت ان کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مطبوعاتِ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۵۰ء میں اس غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ دورِ حاضر کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اسلامی فکر و خیال کی از سرِ نو تشکیل کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو موجودہ حالات پر کس طرح منطبق کیا جا سکتا ہے۔ یہ ادارہ اسلام کا ایک عالمگیر، ترقی پذیر اور معقول نقطۂ نگاہ پیش کرتا ہے تاکہ ایک طرف جدید مادہ پرستانہ رجحانات کا مقابلہ کیا جا سکے جو خدا کے انکار پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسلام کے روحانی تصوراتِ حیات کی عین ضد ہیں اور دوسری طرف اس مذہبی تنگ نظری کا ازالہ کیا جائے جس نے اسلامی قوانین کے زمانی اور مکانی عناصر و تفصیلات کو بھی دین قرار دے دیا ہے اور جس کا انجام یہ ہوا کہ اسلام ایک متحرک دین کی بجائے ایک جامد مذہب بن گیا۔ یہ ادارہ دین کے اساسی تصورات اور کلیات کو محفوظ رکھتے ہوئے ایک ایسے ترقی پذیر معاشرہ کا خاکہ پیش کرتا ہے جس میں ارتقائے حیات کی پوری پوری گنجائش موجود ہو۔ اور یہ ارتقا انھی خطوط پر ہو جو اسلام کے معین کردہ ہیں۔

اس ادارہ میں کئی ممتاز اہلِ قلم اور محققین تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہیں جو زندگی کے مختلف مسائل پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے غور و فکر کرتے ہیں۔ اور ان کی تصنیفات کو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ ادارے نے تمام مطبوعات کی ایک ایسی فہرست شائع کی ہے جس میں کتابوں کے متعلق تعارفی نوٹ بھی درج ہیں تاکہ ان کی اہمیت و افادیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ فہرست اور ادارہ کی مطبوعات مندرجہ ذیل پتہ سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور